اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ

بیوہ کی مناجات

جس مین حالت بیوگی کے صحیح صحیح خیالات جو کہ اہل دل کے نزدیک ہندوستان کی مجبور بیواؤن کے دل مین گزر سکتے ہین

مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی

نے

اپنے تمام ہموطن بھائی ہندو اور مسلمانون کی عبرت کے لیے ایک فرضی بیوہ کی مناجات کے پیرایہ مین بیان کیے ہین ڈیوٹی بک ڈیپو مدرسۃ العلوم علیگڈہ کی طرف سے

مطبع مفید عام آگرہ مین باہتمام محمد قادر علیخان صوفی چھپی

۱۹۰۲ء

ایک بیوہ کی مناجات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے سب سے اوّل اور آخر
جہاں تہاں حاضر اور ناظر

اے سب داناؤں سے دانا
سارے تواناؤں سے توانا

اے بالا ہر بالاتر سے
چاند سے سورج سے امبر سے

اے سمجھے بوجھے بن سوجھے
جانے پہچانے بن بوجھے

سب سے انوکھے سب سے نرالے
آنکھ سے اوجھل دل کے اجالے

اے اندھوں کی آنکھ کے تارے
اے لنگڑے لولوں کے سہارے

ناتیوں سے چھوٹوں کے ناتی
ساتھیوں سے بچھڑوں کے ساتھی

ناؤ جہاں کی کھینے والے
دکھ مین تسلی دینے والے

جب اب تب تجھسا نہیں کوئی
تجھ سے ہین سب تجھسا نہین کوئی

جوت ہے تیری جل اور تھل مین
باس ہے تیری پھول اور پھل مین

ہر دل مین ہے تیرا بسیرا
تو پاس اور گھر دور ہے تیرا

راہ تیری دشوار اور سکڑی
نام ترا رہگیر کی لکڑی

تو ہے ٹھکانا مسکینوں کا
تو ہے سہارا غمگینوں کا

تو ہے اکیلوں کا رکھوالا
تو ہے اندھیرے گھر کا اُجالا

لاگو اچھے اور بُرے کا
خواہاں کھوٹے اور کھرے کا

بید نرا سے بیماروں کا
گاہک مندے بازاروں کا

سوچ مین دل بہلانے والا
بپتا مین یاد آنے والا



اے بے وارث گھروں کے وارث
بے بازو بے پروں کے وارث

بے آسوں کی آس ہے تو ہی
جاگتے سوتے پاس ہے تو ہی

بس والے ہین یا بے بس ہیں
تو نہین جنکا وہ بے کس ہیں

ساتھی جنکا دھیان ہے تیرا
دُسرایت کی دھان نہین پروا

دل میں ہے جنکے تیری بڑائی
گنتے ہیں وہ پربت کو رائی

بیکس کا غمخوار ہے تو ہی
بری بنی کا یار ہے تو ہی

دُکھیا دُکھی یتیم اور بیوہ
تیرے ہی ہاتھ ان سبکا ہے کھیوا

تو ہی ڈبوئے تو ہی ترا سے
تو ہی یہ بیڑے پار لنگھائے

تو ہی مرض دسے تو ہی دوا دے
تو ہی دوا دارو میں شفا دے

تو ہی پلاوے زہر کے پیالے — تو ہی پھر امرت زہر مین ڈالے
تو ہی دلوں میں آگ لگائے — تو ہی دلون کی لگی بجھائے
چمکارے چمکار کے مارے — مارے مار کے پھر چمکارے
پیار کا تیرے پوچھنا کیا ہے — مار مین بھی اک تیری مزا ہے

اے رحمت اور ہیبت والے — شفقت اور دباغت والے
اے اٹکل اور دھیان سے باہر — جان سے اور پہچان سے باہر
عقل سے کوئی پا نہیں سکتا — بھید ترے حکمون میں ہیں کیا کیا
ایک کو تو نے شاد کیا ہے — ایک کے دل کو داغ دیا ہے
اُس سے نہ تیرا پیار کچھہ ایسا — اس سے نہ تو بیزار کچھہ ایسا
ہر دم تیری آن نئی ہے — جب دیکھو تب شان نئی ہے
کہان پچھوا ہے وہان پُروا ہے — گھر گھر تیرا حکم نیا ہے
پھول کہیں کملائے ہوئے ہیں — اور کہیں پھل آئے ہوئے ہیں
کھیتی ایک کی ہے لہراتی — ایک کا ہر دم خون سکھاتی
ایک پڑے ہین دھن کو ڈبوئے — ایک ہیں گھوڑے بیچ کے سوئے
ایک نے جب سے ہوش سنبھالا — رنج سے اُسکو پڑا نہ پالا
ایک نے اس جنجال مین آکر — چین نہ دیکھا آنکھہ اُٹھا کر

مینھ کہین دولت کا ہے برستا — ہے کوئی پانی تک کو ترستا
ایک کو مرنے تک نہیں دیتے — ایک اُکتا گیا جیتے جیتے
حال غرض دنیا کا یہی ہے — غم پیچھے اور بعد خوشی ہے
رنج کا ہے دنیا کے گلا کیا — تحفہ یہی لے دیکے ہی یہان کا
یہان نہین ملتی رنج سے بن — رنج نہین سب ایک سے لیکن
ایک سے یہان رنج ایک ہی پالا — ایک سے ہے درد ایک نرالا
گھاؤ ہے گو ناسور کی صورت — پر اُسے کیا ناسور سے نسبت
تپ وہی دق کی شکل ہے لیکن — دق نہین رہتی جان لیے بن
دق ہو دیا ناسور ہو کچھ ہو — دے نہ جواب اُمید کسی کو
روز کا غم کیون کر سہے کوئی — آس نہ جب باقی رہے کوئی
تو ہی کر انصاف اے میری مولا — کون ہے جو بے آس ہی جیتا
گو کہ بہت بندے ہین پر ارمان — کم ہین مگر مایوس ہین جو یہان
خواہ دکھی ہے خواہ سکھی ہر — جو ہے اک امید اُسکو بندھی ہے
کھیتیان جنکی کھڑی ہین سوکھی — آس وہ باندھے بیٹھے ہین مینھ کی
کھاتا جنکی اساڑھی مین سب ہے — ساونی کی آس اُنکو کہین ہے
ڈوب چکی سب ہے جن کی اگیتی — دیتی ہے ڈھارس اُنکو پچھیتی
ایک ہے اس اُمید پہ جیتا — اب ہوئی بیٹی اب ہوا بیٹا

ایک کو جو اولاد ملی ہے　　اسکو امنگ اب شادیونکی ہے

رنج ہے یا قسمت میں خوشی ہے　　کچھ ہے مگر اک آس بندھی ہے

غم نہیں انکو گو غمگیں ہیں　　جو دل نا اُمید نہیں ہیں

کال میں کچھ سختی نہیں ایسی　　کال میں ہے جب آس سمین کی

سہل ہے موجوں سے چھٹکارا　　جب کہ نظر آتا ہے کنارا

پر نہیں اٹھ سکتی وہ مصیبت　　آئیگی جس کے بعد نہ راحت

شاد ہوا اس رگھبیر کا کیا دل　　مر کے کٹیگی جس کی منزل

ان اجڑوں کو کل پڑے کیونکر　　گھر نہ بسیگا جنکا جنم بھر

ان بچھڑوں کا کیا ہے ٹھکانا　　جن کو نہ ملنے دیگا زمانا

اب پھر بلا ملتی نہیں ٹالی　　مجھسے جو تقدیر نے ڈالی

آئین بہت دنیا میں بسائین　　عیش کی گھر گھر پڑین پکارین

پڑے بہت باغوں میں جھولے　　ڈہاک بہت جنگل میں پھولے

گئیں اور آئیں چاندنی راتیں　　برسیں کھلیں بہت برساتیں

پر نہ کھلی ہرگز نہ کھلے گی　　وہ جو کلی مرجھا گئی تھی دل کی

آس ہی کا یہاں نام ہے دنیا　　جب نہ رہی یہ ہی تو رہا کیا

ایسے بدیسی کا نہیں غم کچھ　　جسکے ملنے کی ہو قسم کچھ

رونا ان بن باسیوں کا ہے　　دیس نکالا جن کو ملا ہے

حکم سے تیرے سر پر نہیں چارا | کڑوی میٹھی سب ہے گوارا
زور ہے کیا پتے کا ہوا پر | چاہے جدھر لیجائے اڑا کر
تنکا اک اور سات سمندر | جائے کہاں موجوں سے نکلکر
قسمت ہی میں جب تھی جدائی | پھر ٹلتی کس طرح یہ آئی
آج کی بگڑی ہو تو سنے بھی | ازل کی بگڑی خاک بنے گی
تو جو چاہے وہ نہیں ٹلتا | بندے کا یہاں بس نہیں چلتا
مارے اور نہ دے تو رونے | تھپکے اور نہ دے تو سونے
ٹھیرے بن آتی ہے نہ بھاگے | تیری زبردستی کے آگے
تجھ سے کہیں گر بھاگنا چاہیں | بند ہیں چاروں کھونٹ کی راہیں
تو مارے اور خواہ نوازے | پڑی ہوں یہیں تیرے دروازے
تجھی کو اپنا جانتی ہوں میں | تجھ سے نہیں تو کس سے کہوں میں
ماں ہی سدا بچے کو مارے | اور بچہ ماں ماں ہی پکارے



اے مرے زور اور قدرت والے | حکمت اور حکومت والے
میں لونڈی تیری دکھیاری | دروازے کی تیری بھکاری
موت کی خواہاں جاں کی دشمن | جاں پہ اپنی آپ اجیرن
اپنے پرائے کی دھتکاری | میکے اور سسرال پہ بھاری

سہکے بہت آزار چلی ہوں | دنیا سے بیزار چلی ہوں
دل پر میرے داغ ہین جتنے | منہ میں بول نہیں ہیں اُتنے
دکھ دل کا کچھ کہہ نہیں سکتی | اسکے سوا کچھ کہہ نہین سکتی
تجھ پہ ہے روشن سب دکھ دل کا | تجھسے حقیقت اپنی لکھوں کیا
بیاہ کے دم پائی تھی نہ لینے | لینے کے یہاں پڑ گئے دینے
خوشی میں بھی سکھ پاس نہ آیا | غم کے سوا کچھ راس نہ آیا
ایک خوشی نے غم یہ دکھائے | ایک ہنسی نے گل یہ کھلائے
کیسا تھا یہ بیاہ نادان | جو ہین پڑا اُس کا پرچھاوان
چین سے رہنے دیا نہ جی کو | کر دیا ملیامیٹ خوشی کو
رو نہین سکتی تنگ ہون یہانتک | اور رووں تو رووں کہانتک
ہنس ہنس دل بہلاؤں کیونکر | اوسوں پیاس بجھاؤں کیونکر
ایک کا کچھ جینا نہین ہوتا | ایک نہ ہنستا بھلا نہ روتا
لیٹے گر سونے کے بہانے | پائنتی کل ہے اور نہ سرھانے
جاگ گئے تو بھی بن نہین پڑتی | جاگنے کی آخر کوئی حد بھی
اب کل ہم کو پڑے گی مر کر | گور ہے سونی سیج سے بہتر
بات سے نفرت کام سے وحشت | ٹوٹی آس اور بجھی طبیعت
آبادی جنگل کا نمونہ | دنیا سونی اور گھر سونا

دن بھیانک اور رات ڈرانی | یون گزری ساری یہ جوانی
بہنین اور سہیلیان میری | ساتھ کی تھیں جو کھیلیان میری
مل نہ سکیں جی کھول کے مجھسے | خوش نہ ہوئین ہنس بول کے مجھسے
جب آئیں رو دھو کے گئیں وہ | جب گئیں بے کل ہو کے گئیں وہ
کوئی نہین دل کا بہلاوا | آ نہیں چکتا میرا بلاوا
آٹھ پہر کا ہے یہ جلاپا | کاٹوں گی کس طرح رنڈاپا
تھک گئی مین دکھ سہتے سہتے | تھم گیے آنسو بہتے بہتے
آگ کھلی دل کی نہ کسی پر | گھٹ گئی جان اندر ہی اندر
دیکھ کے چپ جانا نہ کسی نے | جاں کو پھونکا دل کی لگی نے
دبی تھی بھوبل میں چنگاری | لی نہ کسی نے خبر ہماری
قوم مین وہ خوشیاں بیاہونکی | شہر مین وہ دھومین ساہونکی
تہوارون کا آئے دن آنا | اور سب کا تہوار منانا
وہ چیت اور پھاگن کی ہوائیں | وہ ساون بھادوں کی گھٹائیں
وہ گرمی کی چاندنی راتیں | وہ ارماں بھری برساتین
کس سے کہوں کس طور سی کاٹیں | خیر کٹیں جس طور سے کاٹیں
بیاہ کے اور خوشیوں کے سین سب | آتے ہیں خوش کل جان کو ہو جب
بیچ میں ہیں ساماں خوشی کے | اور جلانے والے جی کے

گھر برکھا اور پیا پردیسی
دن یہ جوانی کے کٹے ایسے
رت گئی ساری سر ٹکراتے
ہو گئی کسی نے کچھ کل پائی
آس بندھی لیکن نہ ملا کچھ
رہ گیا دیکر چاند دکھائی
رت بدلی پر ہوئی نہ برکھا
پھل کی خاطر برچھی کھائی
ریت میں ذرے دیکھ چمکتے
چاروں کھونٹ نظر دوڑائی

آئیو برکھا کیں نہ ایسی
باغ میں پنچھی قید ہو جیسے
اڑ نہ سکے پر ہوتے ساتے
مجھے تو شادی راس نہ آئی
پھول آیا اور پھل نہ لگا کچھ
چاند ہوا پر عید نہ آئی
بادل گرجا اور نہ برسا
پھل نہ ملا اور جان گنوائی
دوڑ پڑی میں جھیل سمجھ کے
پر پانی کی بوند نہ پائی

اے دین اور دنیا کے مالک
بے پر اور پردار کے والی
پورب پچھم دکھن اُتر
پیار لگی ہے سب کیلئے یہاں
ہوتا اگر قسمت سے کمی کی
چیونٹا کیڑا اچھا سمجھنگا

راجا اور پرجا کے مالک
اے سارے سنسار کے والی
بخشش تیری عام ہے گھر گھر
خواہ ہوں ہندو خواہ مسلمان
کی نہیں بندی تو نے کسی کی
کچھوا مینڈک سیپ اور گھونگا

سارے پنچھی اور پکھیرو | مور پپیہا سارس پیرو
بھیڑ اور بکری شیر اور چیتے | تیرے جلائے ہیں سب جیتے
سب پہ کھلا ہے در رحمت کا | برس رہا ہے مینہ نعمت کا
خاک سے تو نے بیج اوگائے | پھر پودے پروان چڑھائے
سیپ کو بخشی تو نے دولت | اور بخشا مکھی کو امرت
لکڑی میں پھل تو نے لگائے | اور کوڑی پر پھول کھلائے
ہیرا بخشا کان کو تو نے | مشک دیا حیوان کو تو نے
جگنو کو بجلی کی چمک دی | ذرے کو کندن کی دمک دی
دین سے تیری اے مرے مولیٰ | سب ہیں نہال ادنیٰ اور اعلیٰ
عام ہے سب پر تیری رحمت | ہیں محروم مگر بد قسمت
پیڑ ہوں چھوٹے یا کہ بڑے یہاں | فیض ہوا کا سب پہ ہے یکساں
پھلتے ہیں جو ہیں پھلنے والے | جلتے ہیں جو ہیں جلنے والے
جیسی اپنی ہی زمین ہو کلّر | پھر الزام نہیں کچھ مینہ پر
سب کو ترے انعام تھے شامل | میں ہی نہ تھی انعام کے قابل
اگر کچھ آتا بانٹ میں میری | سب کچھ تھا سرکار میں تیری
تھی نہ کمی کچھ تیرے گھر میں | نون کو ترسی میں سانجھ میں
راجا کے گھر پلی ہوں بھوکی | سدا برت سے چلی ہوں بھوکی

پھر دن کٹتی ہوں یہ جی میں — آئی تھی کیوں میں اس نگری میں
ہونے سے میرے فائدہ کیا تھا — کس لیے پیدا مجھکو کیا تھا
آن کے آخر میں نے لیا کیا — مجھکو مری قسمت نے دیا کیا
نین دیئے اور کچھہ نہ دکھایا — دانت دیئے اور کچھہ نہ چکھایا
جنڑی دی اور خوشی نہ بخشی — دل بخشا۔ دل لگی نہ بخشی
رہی اکیلی بھری سبھا میں — پیاسی رہی بھری گنگا میں
چین سے جاگی اور نہ سوئی — میں نہ ہنسی جی بھر کے نہ روئی
آنکھ خوشی سی چیز نہ پائی — جیسی آئی ویسی نہ آئی
کھایا تو کچھہ مزا نہ آیا — سوئی تو کچھہ چین نہ پایا
پھول ہمیشہ آنکھہ مین کھٹکے — اور پھل سدا گلے میں اٹکے
ہو نہ سکی کچھہ دل سے عبادت — اور نہ جمی کاموں پہ طبیعت
کام سنوارا کوئی نہ یہاں کا — اور نہ کیا دھندا کوئی وہاں کا
کام آیا یہاں کوئی نہ میرے — اور نہ میں کام آئی کسی کے
قسمت نے جب سے منہ موڑا — آدمیون کا ہوگیا توڑا
باپ اور بھائی چچا بھتیجے — سب رکھتی ہون تیرے کرم سے
پر نہین پاتی ایک بھی ایسا — جسکو ہو میری جان کی پروا
ناتیون میں شفقت نہیں پاتی — اپنون میں اپنایت نہیں پاتی

گھر ہے یہ اک حیرت کا نمونہ | سو گھر والے اور گھر سونا
جس نے خدا کا خوف کیا کچھ | آکے کبھی یہاں پوچھ لیا کچھ
سو یہ خوشی کا دل کی ہے سودا | زور کسی پر اب نہیں اپنا
اسمیں شکایت کیا ہے پرائی | اپنی ہی قسمت کی ہے برائی
چین گر اپنی بانٹ میں آتا | کیوں تو عورت ذات بناتا
کیوں پڑتے ہم غیر کے پالے | کیوں ہوتے اوروں کے حوالے
آٹھ پہر کیوں دکھ یہ اٹھاتے | جیتے ہی جی کیوں ہم مرجاتے
دکھ میں نہیں یہاں کوئی کسی کا | باپ نہ ماں بھائی نہ بھتیجا
سچ یہ کسی سائیں کی صدا تھی | سکھ سمپت کا ہر کوئی ساتھی

تیرے سوا اے رحم کے بانی | کون سنے یہ رام کہانی
ایک کہانی ہو تو کہوں میں | ایک مصیبت ہو تو سہوں میں
حال نہ ہو دشمن کا ایسا | میرا نازک حال ہے جیسا
کوئی نہیں لاگو اب میرا | باپ نہ بھائی ساس نہ سسرا
آنکھ میں ایک اک کی ہوں کھٹکتی | پر اپنے بس مر نہیں سکتی
ماں اور باپ عزیز اور پیارے | بے کل ہیں جینے سے ہمارے
رو کے پلک نم کر نہیں سکتی | ہنس کے غلط غم کر نہیں سکتی

روئیے تو سب روتے ہیں گھر کر — رونے نہیں دیتے جی بھر کر
ہنسیے تو ہنسنا عیب ہے ہم کو — کیونکہ الٰہی کاٹے غم کو
گر سسرال میں جاتی ہوں میں — نحس قدم کہلاتی ہوں میں
میکے میں جس وقت ہوں آتی — رو رو کر ہوں سب کو رلاتی
جب سے یہ دن قسمت نے دکھائے — تکتے ہیں جو ہیں اپنے پرائے
میرا سدا ہنسنا اور رونا — بیٹھنا - اٹھنا - جاگنا - سونا
سوچ میں میرے سارا گھر ہے — میرے چلن پہ سب کی نظر ہے
آپ کو ہوں ہر وقت مٹاتی — پہنتی اچھا میں ہوں نہ کھاتی
جانتی ہوں نازک ہے زمانا — بات ہے اک یہاں عیب لگانا
موتی کی سی آب ہے عزت — جا کے نہیں آتی پھر حرمت
مہندی میں نے لگانی چھوڑی — پٹی میں نے جمانی چھوڑی
کپڑے مہینوں میں ہوں بدلتی — عطر نہیں میں بھول کے ملتی
سرمہ نہیں آنکھوں میں لگاتی — بال نہیں برسوں گندھواتی
دو دو چاند نہیں سر دھوتی — اٹھواڑوں کنگھی نہیں ہوتی
کان ہیں سونے ہاتھ میں کنگن — پہن چکی سب جب تھی سہاگن
پہنچیوں کا ارماں نہیں اب — چوڑیوں کا کچھ دھیان نہیں اب
اتر گئیں سب دل کی وہ ترنگیں — چاؤ رہے ہے باقی نہ امنگیں

آپ کو بیٹھا تک میں نے مٹایا — پر دنیا کو صبر نہ آیا
وہم نے سے ہے ایک ایک کو گھیرا — جب دیکھو تب ذکر ہے میرا
کھینچ چکا ہے میرا مقدر — داغ بدی کا میری جبین پر
مل جاؤں گر خاک مین بھی میں — بچ نہ سکوں طعنوں سے کبھی میں
سچ اگلے لوگوں نے کہا ہے — "بد اچھا بدنام برا ہے"
جینے سے گھبرا گئی ہوں میں — اس دم سے تنگ آ گئی ہوں میں
یوں نہ بری اس جان پہ بنتی — ماں مجھکو اے کاش نہ جنتی
رستے ہم انجان بلا سے — دنیا مجھسے - میں دنیا سے
اے بے آسروں کے رکھوالے — اے ڈوبے بیڑوں کے کھویا
دیکھیو میری کشتیبانی — آ پہنچا ہے ڈوباؤ پانی
اب تیری ہی گی ترائی تیری — ڈوبی ناؤ دہائی تیری

اے امبر کے چمکتے تارو — اے گھر کے در اور دیوارو
اے جانی پہچانی راتو — تنہائی کی ڈرانی راتو
اے نیک اور بد کے دربانو — دیکھتی آنکھو سنتے کانو
ایک دن اس گندی دنیا سے — جانا ہے مالک کے آگے
بوجھ ہیں وہاں سب تلنے والے — پترے سب کے ہیں کھلنے والے

جب وہاں پوچھے ہو میری تیری
میں نیکی کا دم نہیں بھرتی
کیونکہ خطا سے بچ سکتا ہے
خواہ ولی ہو خواہ رشی ہو
گنوں اگر میں اپنی خطائیں
پر یہ خدا سے ڈر کے ہوں کہتی
خواہ بری تھی خواہ بھلی میں
پڑی تھی جس بے وید کے پالے
تام پہ دھونی اُس کے رما کر
ساتھ نہ قوم اور دیس کا چھوڑا
آئے اگر دنیا کو تھا ڈر
میرا نگہباں اور رکھوالا

تم سب یہ رہو گواہی میری
پاکی کا دعویٰ نہیں کرتی
جس نے کچا دودھ پیا ہے
اس سے رہائی نہیں کسی کو
ہے یہ یقیں گنتی میں نہ آئیں
منہ پہ یہ آئے بن نہیں رہتی
بات سے اپنی نہیں ٹلی میں
ہوئی تھی جس ہری کے حوالے
آن کو رکھا جان گنوا کر
اور نہ خدا کے عہد کو توڑا
اب مجھے کچھ دنیا کا نہیں ڈر
سب سے بڑا ہے جاننے والا



اے ایماں کے رکھنے والے
میں نہیں رکھتی کام کسی سے
حکم یہ چلتی تیرے اگر میں
مانتی گر میں عقل کا کہنا

اے نیت کے پرکھنے والے
چاہتی ہوں انصاف تجھی سے
چین سے کرتی عمر بسر میں
مجھ کو نہ پڑتا رنج یہ سہنا

کچھ نہ عدالت کا تھا ڈراوا
اور نہ مذہب کا اٹکاوا

ہے دستور یہی دنیا کا
آپ سے اچھا نام خدا کا

لیکن ہٹ پیاروں کی یہی تھی
مرضی غمخواروں کی یہی تھی

اپنے بڑوں کی ریت نہ چھوٹے
قوم کی باندھی رسم نہ ٹوٹے

ہو نہ کسی سے ہم کو ندامت
تاک رہے کنبے میں سلامت

جان کسی کی جائے تو جائے
آن میں اپنی فرق نہ آئے

دم یہ بنے جو اُسکو سہوں میں
گھُٹتی انگاروں پہ رہوں میں

درد نہو دل کا کہیں ظاہر
چپکے ہی چپکے کام ہو آخر

مر مٹوں اور کچھ منہ پہ نہ لاؤں
جل بجھوں اور اُف کرنے نہ پاؤں

گھٹ گھٹ کر دم اپنا گنوادوں
جل جلکر آپے کو بجھادوں

تجھپہ ہے روشن اے مرے مولا
وقت یہ کیسا مجھپہ پڑا تھا

بیڑا تھا منجدھار میں میرا
چار طرف چھایا تھا اندھیرا

تھاہ تھی پانی کی نہ کنارا
تیرے سوا تھا کچھ نہ سہارا

شرم ادھر دنیا کی مجھے تھی
فکر اُدھر عقبیٰ کی مجھے تھی

روکتے تھے حملے مجھے دل کے
تھا مجھے جینا خاک میں مل کے

نفس سے تھی دن رات لڑائی
دور تھی نیکی پاس بُرائی

جان تھی میری آن کی دشمن
آن تھی میری جان کی دشمن

آن سنبھالے جان تھی جاتی | جان بچائے آن تھی جاتی

جلے کرنے تھے سات سمندر | حکم یہ تھا ہاں پانو نہ ہو تر

کوئلا چاروں کھونٹ تھا پھیلا | حکم یہ تھا پلا نہ ہو میلا

پیاس تھی تو تھی اور تھی کھرسا | اور دریا سے گزرنا پیاسا

دھوپ کی تھی پالے پہ چڑھائی | آگ اور گندک کی تھی لڑائی

درد اپنا کس سے کہوں کیا تھا | آسکے پہاڑ اک مجھ پہ گرا تھا

نفس سے ڈر تھا مجھ کو بدی کا | اسلیئے ہر دم تھی یہ تمنا

مرجاؤں یا زندہ رہوں میں | تجھ سے مگر شرمندہ نہوں میں

جان بلا سے جائے تو جائے | پر کہیں دینی بات نہ آئے

کی نہ کسی نے میری خوشی کو | میں نے کیا ناخوش نہ کسی کو

بات کسی کی میں نے نہ ٹالی | اپنے ہی دم پر سب کی بلا لی

جان نہ سمجھا جان کو اپنی | دیا نہ جانے آن کو اپنی

قول پہ اپنے جمی رہی میں | ہوئی نہ ڈانواں ڈول کبھی میں

دل تھاما آپے کو سنبھالا | سانس تلک منہ سے نہ نکالا

ورنہ اگر میں کرتی ایسا | کیونکر کرتی اور کرتی کیا

بن نہیں آتی ویس سے بھاگے | کچھ نہیں چلتی ویس کے آگے

کہہ گئی سچ اک راج کماری | لاچار ہی پربت سی بھاری

اے اچھے اور برے کے بھیدی
کھوٹے کے اور کھرے کے بھیدی

چھپی ڈھکی کے کھولنے والے
بری بھلی کے تولنے والے

بھید دلوں کے جاننے والے
پاپ اور پن کے چھاننے والے

عیب اور گن سب تجھ پہ ہیں روشن
پاپ اور پن سب تجھ پہ ہیں روشن

عیب نہ اپنا تجھ کو جتانا
ہے دائی سے پیٹ چھپانا

میں نہیں آخر پاک بدی سے
بنی ہوں پانی اور مٹی سے

تو نے بنایا تھا مجھے جیسا
چاہیے تھا ہونا مجھے ویسا

بس ہمیں جتنا تو نے دیا ہے
اس سے سوا قدرت ہمیں کیا ہے

کان اور آنکھیں ہاتھ اور بازو
جن جن پہ تھا یہاں مجھے قابو

سب کو بدی سے میں نے بچایا
سب کو خودی سے میں نے ہٹایا

اٹھتے بیٹھتے روکا سب کو
سوتے جاگتے ٹوکا سب کو

ہاتھ کو ہلنے دیا نہ بیجا
پانو کو چلنے دیا نہ ٹیڑھا

آنکھ کو اٹھنے دیا نہ اتنا
جس سے کہ پیدا ہو کوئی فتنا

کان کو رکھا دور بلا سے
اور بری آوازوں کی ہوا سے

روک کے اور یوں تھام کے آپا
میں نے یہ کاٹا اپنا رنڈاپا

ایک نہ سنبھلا میرا سنبھالا
تھا بیتاب جو اندر والا

حال کروں میں دل کا بیاں کیا
حال ہے دل کا تجھ سے نہاں کیا

دھوپ تھی تیز اور ریت تھی تپتی
مچھلی تھی ایک اسمین تڑپتی

جان نہ مچھلی کی تھی نکلتی
اور نہ سر سے دھوپ تھی ٹلتی

گو دم بھر اس دل کی لگی نے
ٹھنڈا پانی دیا نہ پینے

تو ہے مگر اس بات کا دانا
میں نے کہا دل کا نہیں مانا

زور تھا میرا دل پہ جہانتک
میں نے سنبھالا دل کو وہانتک

تھامنا دل کا کام تھا میرا
اور تھمانا کام تھا تیرا

بگڑے اگر تو دل کی خطا پر
میں راضی ہوں تیری رضا پر

رکھ تکلیف میں یا راحت میں
ڈال جہنم یا جنت میں

اب نہ مجھے جنت کی تمنا
اور نہ خطرہ کچھ دوزخ کا

آئیگی جنت راس کب اسکو
جلنے میں جسکی عمر کٹی ہو

ڈر دوزخ کا کچھ اسے کیا ہے
جس نے رنڈاپا جھیل لیا ہے

پر تجھ سے اک عرض ہے میری
رو نہو گر درگاہ مین تیری

جو قسمت نے مجھکو دکھایا
خوش ناخوش سب مینے اٹھایا

مجھ ناچیز کی ہے کیا طاقت
جو منہ پر کچھ لاؤں شکایت

عمر بہت سی کاٹ چکی ہوں
یہ دن بھی کٹ جائینگے جوں توں

اپنے لیئے کچھ کہہ نہیں سکتی
پر یہ کہے بن رہ نہیں سکتی

میں ہی اکیلی نہیں ہوں دکھیا
پڑی ہے لاکھوں پہ یہی بپتا

بس کے بہت یہاں اُجڑ گئی گھر | بنکے ہزاروں بگڑ گئے گھر
جلیں کروڑوں اسی لپیٹ میں | پدموں پھکیں اسی مرگھٹ میں
بالیاں ایک اک ذات کی لاکھوں | بیاہیاں ایک اک رات کی لاکھوں
ہوگئیں آخر اسی الم میں | کاٹ گئیں عمریں اسی غم میں
سیکڑوں بیچاری مظلومیں | بھولی نادانیں معصومیں
بیاہ سے انجان اور منگنی سے | بنے سے واقف اور نہ بنی سے
ماؤں سے جو مُنہ دھلواتی تھیں | رو رو مانگ کے جو کھاتی تھیں
تھپک تھپک تھی جنکو سُلاتے | گھرک گھرک تھے جنکو کھلاتے
جنکو نہ شادی کی تھی تمنا | اور نہ منگنی کا تھا تقاضا
جنکو نہ آپے کی تھی خبر کچھ | اور نہ رنڈاپے کی تھی خبر کچھ
بھلی سے واقف تھیں نہ بُری سے | بد اسے مطلب تھا نہ بری سے
رخصت چالے اور چوتھی کو | کھیل تماشا جانتی تھیں جو
ہوش جنھیں تھا رات نہ دن کا | گڑیوں کا سا بیاہ تھا جنکا
دو دو دن رہ رہ کے سہاگن | جنم جنم کو ہوئیں برو گن
دولھا نے جانا نہ دلھن کو | دُلھن نے پہچانا نہ سجن کو
دل نہ طبیعت شوق نہ چاہت | مُفت لگالی بیاہ کی تہمت
شرط سے پہلے بازی ہاری | بیاہ ہوا اور رہیں کنواری

سیلانی جب باغ میں آئے — پھول ابھی تھے کھلنے نہ پائے
پھول کھلے جس وقت چمن میں — جا سوئے سیلانی بن میں
بیت نہ تھی جب پایا پیستم — جب ہوئی بیت گنوایا پیستم
ہوش سے پہلے ہوئی ہیں بیوا — کب پہنچیگا پار یہ کھیوا
خیر سے بچپن کا ہے رنڈاپا — دور پڑا ہے ابھی بڑھاپا
عمر ہے منزل تک پہنچانی — کاٹنی ہے بھرپور جوانی
شام کے مردے کا ہے یہ رونا — ساری رات نہیں اب سونا
آئی نہیں دنیا میں آہی — ایسی کسی بیڑے پہ تباہی
آئیں بلکتی گئیں سسکتی — رہیں ترستی اور پھڑکتی
کوئی نہیں جو غور کرے اب — نبض پہ انکی ہاتھ دھرے اب
دکھ انکا آئے اور پوچھے — روگ انکا سمجھے اور بوجھے
چوٹ نہ جنکے دل پہ لگی ہو — وہ کیا جانیں دل کی لگی کو
بے دردوں سے پڑا ہے پالا — تو ہی اب انکا ہے رکھوالا
اپنی بیتی ہے یہ کہانی — اب یہ دھاں رہے بن پانی

اے غمخوار ہر اک بے کس کے — حامی ہر عاجز بے بس کے
ہے اپنے عاجز بندوں پر — پیار ترا ماں باپ سے بڑھکر

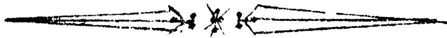
جس نے لگی ہیں تجھکو پکارا | سامنے تیرے ہاتھ پسارا
پھرا نہ خالی اس چوکھٹ سے | گیا نہ پیاسا اس پنگھٹ سے
کس کو زمانے نے ہے ستایا | تو نہیں جس کے آڑے آیا
اُجڑے کھیڑے تو نے بسائے | ڈوبے بیڑے تو نے ترائے
مظلوموں کی داد کو پُہنچا | قیدیوں کی فریاد کو پُہنچا
بنجر ملک آباد کرائے | اور بردے آزاد کرائے
عام تری رحمت جب ٹھیری | دور ہے پھر رحمت سے تیری
داد ہر اک مظلوم کی دے تو | اور رانڈوں کی خبر نہ لے تو
عورت ذات کا تنہا جینا | ہر دم خون جگر کا پینا
گھر بسنے کی آس نہ رہنی | ساری عمر جدائی سہنی
ہے وہ بلا جو سہی نہ جائے | بپتا ہے جو کہی نہ جائے
قدر اسکی یا تو پہچانے | یا جس پر گزری ہو وہ جانے



اے خاوند خداوندوں کے | مالک خاوند اور بندوں کے
واسطہ اپنی خاوندی کا | صدقہ اپنی خداوندی کا
تو یہ کسی کو داغ نہ دیجو | کسی کو بے وارث مت کیجو
کیجو جو کچھ تیری خوشی ہو | رانڈ مگر کیجو نہ کسی کو

مسند تکیہ عزت حرمت | نوکر چاکر دولت حشمت
چاندی سونا نقدی غلا | گہنا پاتا ٹوم اور چھلا
سائیں بن جو چیز ہے گھر میں | خاک ہے سب عورت کی نظر میں
دل کی خوشی اک آس پہ تھی سب | سو وہ ہزاروں کوس گئی اب
پھول کچھ اب کانٹوں سے نہیں کم | جنت بھی ہو تو ہے جہنم
باغ نظر میں اسکی خزاں ہے | آنکھ میں تاریک اسکی جہاں ہے
عیش ہے اسکے واسطے ماتم | عید ہے اوسکے حق میں محرم
جس دکھیا پر پڑے یہ بپتا | کر اوسے تو پیوند زمیں کا
یا عورت کو پہلے بلا لے | یا دونوں کو ساتھ اٹھا لے
یا پھر نا دیں ریت یہاں کی | جس سے گئی پرتیت یہاں کی
جس سے ہوئے دل سیکڑوں بسمل | جس نے ہزاروں کر دیے گھائل
جس نے کلیجے آگ میں بھونے | جس نے بھرے گھر کر دیے سونے
خوف دلوں سے کھو دیے جس نے | شرم سے دیدے دھو دیے جس نے
قوم کی جس بن آن ہے جاتی | دیس کی جس پہ جان ہے جاتی
جس نے کیے دل رحم سے خالی | ریت ہے جو دنیا سے نرالی
قوم سے تو یہ ریت چھڑا دے | بندیوں کی بیڑی یہ تڑوا دے
سہل اور مشکل تجھکو ہے یکساں | ہمکو ہے مشکل تجھکو ہے آساں

رنج اور دکھ قبضے میں ہے تیرے — چین اور سکھ قبضے میں ہیں تیرے
ہلتے ہیں پتے تیرے ہلائے — کھلتے ہیں غنچے تیرے کھلائے
مٹھی میں ہیں تیری ہوائیں — قابو میں ہیں تیرے گھٹائیں
تجھ سے ہے دریاؤں کی روانی — تیرے بہائے بہتے ہیں پانی
جھیل سمندر پربت رائی — قبضے میں ہے سب تیرے خدائی
ناتا رشتہ نسبت شادی — سوگ رنڈاپا قید آزادی
قوم کی ریتیں دیس کی رسمیں — کیا ہی وہ جو تیرے نہیں بس میں
کام کوئی مشکل نہیں تجھ کو — ایک یہ کیا۔ گر تیری خوشی ہو
سوت لگے پتھر سے نکلنے — ناؤ لگے ریتی میں چلنے



اے عزت اور عظمت والے — رحمت اور عدالت والے
دکھڑا تجھ سے یہ کہنا دل کا — اک بشریت کا ہے تقاضا
دل پہ ہے جب برچھی کوئی چلتی — آہ کلیجے سے ہے نکلتی
جب کوئی دکھ یاد آجاتا ہے — جی بے ساختہ بھر آتا ہے
ورنہ ہے اس دنیا میں دھرا کیا — خواب کا سا اک ہے یہ تماشا
دکھ سے ہے یہاں کے گھبرانا کیا — سکھ پہ ہے یہاں کی اترانا کیا
عیش کی یہاں مہلت ہے نہ غم کی — سب یہ نمائش ہے کوئی دم کی

آنی جانی چیز ہیں خوشیاں
سنگنی بیاہ برات اور رخصت
تھوڑے دنوں کے سب بہلاوے
ریت کی سی دیوار ہے دنیا
بجلی جیسی چمک ہے اُس کی
پانی کا سا ہے یہہ چپارا
آج ہے یہاں جنگل میں منگل
آج ہے میلا ہر دم دونا
آج ہے رہنے کی تیاری
آج ہے پانا کل ہے کھونا
کبھی ہے بادھا کبھی ہے گھاٹا
ہار کبھی اور جیت کبھی ہے
ساتھہ سہاگ اور سوگ ہے یہاں کا
خوشی میں غم یہاں ملا ہوا ہے
سیر کو جو اس باغ میں آئیں
یہاں ہر پھل اندراین کا ہے
عیش جنھوں نے سدا اڑائے

چلتی پھرتی چھانوہیں ارماں
میل ملاپ سُہاگ اور سنگت
آگے چلکر ہیں پچتاوے
اوچھے کا سا پیار ہے دنیا
پل دو پل کی جھمک ہے اسکی
جگنو کا سا ہے چمکارا
کل سنسان پڑا ہے جنگل
اور کل گا لوٹڑا ہے سُونا
اور کل ہے چلنے کی باری
آج ہے ہنسنا کل ہے رونا
کبھی جوار اور کبھی ہے بھاٹا
اس نگری کی ریت یہی ہے
ناؤ کا سا سنجوگ ہے یہاں کا
امرت میں بِس گُھلا ہوا ہے
دیکھ کے پھل کو ہاتھ لگائیں
دیکھنے سے چکھنے میں بُرا ہے
وہ بھی ہیں آخر کو پچتائے

رہتے ہیں گر گر چڑھتے ہیں جو یہاں　　گھٹتے ہیں آخر بڑھتے ہیں جو یہاں
جو بیاہے وہ ہیں پچھتاتے　　بن بیاہے ہیں بیاہ مناتے
اس پھل کا ہے یہی پرکھا　　جو نہیں چکھتا وہی ہے میٹھا
خوش نہوں خوشیوں کے متوالے　　ہیں یہ نشے سب اُترنے والے
غم کی گھٹا آتی ہے گرجتی　　گھڑی میں یہاں گھڑیال ہے بجتی
رہگیروں کا بندھا ہے تانتا　　ایک آتا ہے ایک ہے جاتا
جو آئے ہیں اون کو ہے جانا　　جو گئے انکو پھر نہیں آنا
خواہ ہو رانڈ اور خواہ سُہاگن　　موت ہے سب کی جان کی دشمن
ایک ہے گو آج ایک سے بہتر　　مرگئیں جب دونو ہیں برابر
اور کوئی گر انصاف سے دیکھے　　مر کے اُسے نسبت نہیں اس سے
عیش گئی وہ چھوڑ کے یہاں کے　　قید گئی یہ کاٹ کے یہاں سے
اسکو بڑی کل اسکی گئی کل　　یہ گئی ہلکی وہ گئی بوجھل
اُسکا دل اس دنیا سے اُٹھانا　　ہے ناخن سے گوشت چھٹانا
جاں یہ آساں دیتی ہے ایسی　　بو ہے نکلتی پھول سے جیسی
غم ہو غرض یا عیش ہو کچھ ہو　　سہتے ہیں جاتا چھوڑ کے سب کو
تیرے سوا یہاں اے مرے مولا　　کوئی رہا ہے اور نہ رہیگا
بڑی تھی سونی جب یہ نگریا　　تیری ہی تھی یہاں کھڑی اٹریا

پھر یہ نگریا اُجڑ کے ساری — تیری ہی ہو رہ جائیگی اٹاری
تھا نہ کچھ آگے تیرے سوا یہاں — اور رہیگا کچھ نہ سدا یہاں
یہاں کوئی دن دکھ پایا تو کیا — اور کوئی دم سُکھ پایا تو کیا
اب نہ مجھے کچھ رنج کی پروا — اور نہ آسائش کی تمنا
چاہتی ہوں اک تیری محبت — اور نہیں رکھتی کوئی حاجت
گھونٹ اک ایسا مجھکو پلادے — تیرے سوا جو سب کو بھُلا دے
آئے کسی کا دھیان نہ جی میں — کوئی رہے ارماں نہ جی میں
فکر ہو اچھی کی نہ بُری کی — تیرے سوا دھن ہو نہ کسی کی
کوئی جگہ اس دل میں نہ پائے — یاد کوئی بھولے سے نہ آئے
سینہ یہ تجھ سے بھرا ہو سارا — میت سمائے اُسمیں نہ پیارا
دل نے بہت یہاں مجھکو ستایا — موت کا برسوں مزا چکھایا
خواب میں دیکھا اک سانگ نرالا — آگ میں جیتے جی مجھے ڈالا
میرا اور اپنا چین گنوایا — آپ جلا اور مجھکو جلایا
اُٹھ نہیں سکتے مجھسے اب اک دم — یہ دنیا کے ناشدنی غم
دلمیں لگن بس اپنی لگادے — سارے غم اپنے غم میں کھپا دے
غیر کے رشتے توڑ دے سارے — دل کے پھپھولے پھوڑ دے سارے
جب مجھے تنہا کیا ہے پیدا — تو مجھے بندہ کر نہ کسی کا

وھاں سے اکیلی آئی ہوں جیسی	ویسی ہی یہاں سے جاؤں اکیلی
ساتھ کوئی غم لیکے نہ جاؤں	تیرے سوا کسکو دوں جسے پاؤں
دل نہ پھرے دنیا میں بھٹکتا	کوئی رہے کانٹا نہ کھٹکتا
جی سے نشاں پیاروں کا مٹا دوں	پیار کے منہ کو آگ لگا دوں
تو ہی ہو دل میں تو ہی زباں پہ	مار کے جاؤں لات جہاں پہ

پاؤں سب تجھے ایک اک کو گنوا کر
خاک میں جاؤں سب کو ملا کر

باب تھا پٹہ پیر



اشتہار چھپائی مطبع مفید عام آگرہ



خدا کے فضل و کرم سے اس مطبع مین ہر قسم و ہر زبان کی کتابین اُردو۔ ہندی فارسی۔ عربی۔ نہایت خوشخط صحیح و عمدہ جلد ارزان نرخ پر عمدہ سیاہی مصالح سے لیتھو مین طبع ہوتی ہین۔ عدالتون و محکمہ بند و بست اور چنگی وغیرہ کے جملہ کاغذات بھی چھپتے ہین یہ نامی مطبع پینتیس برس سے اپنے فرائض منصبی کو نہایت ایمانداری اور خوش معاملگی سے ادا کر رہا ہے اور اسکی شہرت و نیک نامی روز افزون ہے اور اس مطبع مین کتب بہ نسبت اور مطابع بہت خوشخط و صاف و عمدہ چھاپی جاتی ہین جن صاحبون کو کچھ چھپوانا ہو انکو کیفیت نرخ وغیرہ کی خط و کتابت سے معلوم ہو سکتی ہے نمونہ کے لئے ہمارے مطبع کی چھپی ہوئی کتابین کافی و وافی ہین فقط

المشتہر

محمد قادر علیخان صوفی مالک و مہتمم مطبع مفید عام آگرہ

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔